جاہلیت کی موت

ادیم نقوی

•- کتاب کا نام ــــــــــ جاہلیت کی موت
•- مصنف ــــــــــ ادیم نقوی
•- ایڈیشن ــــــــــ دوم
•- سن اشاعت ــــــــــ اگست، ۲۰۰۶ء
•- تعداد ــــــــــ ۱۰۰۰
•- ناشر ــــــــــ حزب الطالبین
•- کمپوزنگ ــــــــــ رضا رضوی
•- ہدیہ ــــــــــ ۱۵ روپے
•- پرنٹرز ــــــــــ صائمہ پرنٹرز
0300-2196927

15۔الف، بلاک نمبر:2۔پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔فون نمبر:۔4551767

ISBN # 969-9005-06-8

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

جاہلیت کی موت

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْمَاتَ مِیتَۃً جَاھِلِیَّۃً

ترجمہ:۔ جو مر گیا اس حال میں کہ اس نے اپنے امامِ زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

یہ حدیث احادیثِ متواترہ میں سے ہے قریب قریب تمام فرق اسلامیہ کے علماء نے اس کو نقل کیا ہے اور فرقۂ شیعہ کے تو بنیادی عقائد میں سے ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ اس کے لئے دیکھیں مقدمہ جلاء العیون[1] صفحہ:۲۲ پر ایک حدیثِ طویل منقول ہے جو صفحہ:۲۶ پر ختم ہوتی ہے۔ جس کا لب لباب حسب ذیل ہے۔

---

[1] جلاء العیون اردو جلد دوم تالیف حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ مترجمہ علامہ سید عبدالحسین صاحب مع مقدمہ حواشی مولانا سید ظہور الحسن صاحب کوثر بریلوی ناشران شیعہ بک ایجنسی محلہ شیعہ لاہور۔

''امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا۔ اے ابوبصیر ہم ہیں رب عرش و کرسی کے۔ ہم ہیں رب آسمان و زمین کے، ہم ہیں رب انبیاء و ملائکہ کے۔۔۔۔۔۔ اور ہم ہی ہیں سب چیزوں کے رب اور اللہ تو ربّ الارباب ہے۔ حضرت یوسفؑ نے ایک قیدی سے کہا جس کو وہ جانتے تھے قید سے رہا ہوگا۔ وَاذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ (اپنے رب سے میرا ذکر کردینا) پھر جب شاہی قاصد قید خانہ میں حضرت یوسفؑ کے پاس آیا تو حضرت یوسفؑ نے اس سے کہا اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ (اپنے ربّ کے پاس لوٹ جا)۔ اے ابوبصیر خدا نے اپنے کلام میں امام کو رب فرمایا ہے۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر۔ آیت:۶۹) (زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی) رب کے نور سے مراد نورِ امام ہے نہ کہ نورِ خدا۔۔۔۔۔۔ اور فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ۔ یہاں رَب سے مراد حجت خدا ہے اور حوضِ کوثر کے ساقی کو سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (ان کا رب ان کو پاک و پاکیزہ شراب پلائے گا) یہاں رب سے مراد امام ہے'' ۔۔۔۔ (بقدرِ ضرورت نقل کیا)۔

اِس حدیث سے یہ امر تو ثابت ہو جاتا ہے کہ امام ربّ الخلق ہے۔ اب کتاب مذکورہ بالا کا صفحہ ۲۹ دیکھیں سطر ۱۳ پر مرقوم ہے۔ ''جس طرح خدا کا جاننا اور معرفت حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح اہلِ بیتؑ کا جاننا اور معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔ جاننا جسے علم کہتے ہیں اور معرفت دونوں جداگانہ ہیں۔ فَاِنَّ الْمَعْرِفَةَ اِدْرَاكُ الشَّیِٔ بِتَفَكُّرٍ وَ تَدَبُّرٍ لِاَثَرِهٖ۔ یعنی کسی شے کے آثار میں تدبر و تفکر کر کے اس کا ادراک کرنا معرفت ہے وہ علم سے اخص ہے اور علم اس سے اعمّ ہے۔ اور ضدِ معرفت انکار ہے اور ضدِ علم جہل۔ پس لوگوں کے لئے صرف جاننا ضروری نہیں کہ خدا ایک ہے بلکہ اس کے آثار و اوصاف کی معرفت بھی لازمی ہے کیوں کہ حدیث رسولؐ ہے۔ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ اس حدیث میں لَمْ يَعْرِفْ ہے لَمْ يَعْلَمْ نہیں یعنی صرف جاننا ہی کافی نہیں بلکہ معرفت ضروری ہے کہ وہ

کون ہے اس کی کیا صفات ہیں ۔ اوصاف و آثار معلوم کرنے کے لئے ان کے حالات کا جاننا ضروری ہے چنانچہ علماء امامیہ نے یہ خدمت بہت احسن طریقہ پر انجام دی ہے کہ رسولؐ و آلِ رسولؐ کے واقعات و حالات کتابی صورت میں صحیح اسناد کے ساتھ اُمّتِ محمدیہ کے سامنے پیش فرمائے''۔

احادیث مذکورہ بالا دیکھنے کے بعد ہر وہ شخص جو جاہلیت کی موت مرنے سے ڈرتا ہے سوچے گا اور جان لے گا کہ معرفتِ امام حاصل کرنا ضروری ہے ۔ پھر ذرائع معرفت تلاش کرنے کی فکر ہوگی ۔ پس جو جاہلیت کی موت مرنے سے بچنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ فرمانِ رسولؐ و آلِ رسولؐ کی طرف رجوع کرے ۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

(جس نے اپنے نفس کی معرفت حاصل کی اُس نے اپنے رَبّ کی معرفت حاصل کی)

اور احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوگیا ہے کہ امامؑ ربُّ الخلق ہے ۔ پس جو رسولؐ و آلِ رسولؐ کی تکذیب کرنیوالا نہیں ہے وہ تو سمجھ لے گا کہ امامؑ کی معرفت بغیر معرفت نفس ممکن نہیں ۔ جب تک اپنے نفس کی کیفیات کا اِدراک نہ ہو امامؑ کی صفات کا اِدراک ہو ہی نہیں سکتا اور یہ امر بھی واضح ہو چکا کہ معرفت جاننے کو نہیں کہتے بلکہ اِدراک اوصاف کو معرفت کہتے ہیں ۔ صرف یہ جان لینا کہ ہمارے زمانہ کے امام فلاں بزرگوار ہیں کافی نہیں ۔ اتنا جان لینے سے جاہلیت کی موت مرنے سے نہیں بچ سکتا بلکہ اِس کے لئے اِدراک اوصاف لازم ہے۔

یہ دیکھ کر سخت تعجب و حیرت ہوتی ہے کہ جلاء العیون کا مقدمہ لکھنے والے حضرت علامہ مدظلہ معرفت کی تعریف لکھنے کے بعد علم و معرفت کا فرق ظاہر کر دینے کے بعد تحریر فرماتے

ہیں۔ ''چنانچہ علماء امامیہ نے یہ خدمت بہت احسن طریقہ پر انجام دی ہے کہ رسولؐ و آل کے واقعات و حالات کتابی صورت میں صحیح اسناد کے ساتھ اُمت محمدؐیہ کے سامنے پیش فرمائے''۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علاّمہ مدظلہ' کا مطلب یہ ہے کہ حصولِ معرفت کا ذریعہ مہیا کر دیا اور کتابیں پڑھ لینے ہی سے معرفت حاصل ہو جائے گی۔ افسوس یہ تو بڑی غلط فہمی ہے۔ یہ تخیّل کہ صرف کتابیں پڑھ لینے سے معرفت حاصل ہو جائے گی، ایک فریب ہے۔ نفسِ انسان کا سب سے بڑا عیب خود فریبی ہی ہے کہ یہ اپنے ہی کو فریب میں مبتلا رکھتا ہے۔ غور کریں کہ کتابوں سے تو علم حاصل ہو سکتا ہے۔ کتابیں پڑھنے سے اِدراک کیسے ہو سکتا ہے اور علم سے معرفت حاصل ہونا ممکن نہیں۔ حضرت علاّمہ خود ہی تحریر فرما چکے ہیں کہ معرفت اِدراک اوصاف کو کہتے ہیں اور اِدراک کے معنی ہیں ''حصولِ علم بلا واسطہ'' یہ تو کوئی خیال کر ہی نہیں سکتا کہ حضرت علاّمہ اِدراک کے معنی سے واقف نہیں۔ پھر واقف ہوتے ہوئے ایسا مضمون لکھ دینا باعثِ تعجب ہے اور ایسا کام خام تخیّلِ ذہنی اور غفلت نفس سے ہو جاتا ہے۔

غور کریں کتابیں پڑھنے سے ادراک اوصاف اور معرفت کیسے ہو سکتی ہے۔ روایات و احادیث حفظ کر لینے سے امام کی معرفت حاصل ہونا ممکن نہیں۔ جبکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ ''ہم گروہ انبیا کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کے اندازۂ عقل کے مطابق کلام کریں'' اور خدا کا حکم ہے کہ ''اے رسولؐ کہدو کہ میں تو تم جیسا ہی ایک بشر ہوں''۔ پس اگر وہ عوام الناس کے نفوس کی کیفیات کی مثل ہی کیفیاتِ نفس کا تقیۃً اظہار نہ کریں اور عوام الناس جیسے بشر بن کر نہ رہیں تو اُن کو صادق و امین کون سمجھے گا جبکہ قول کے مطابق عمل کا بھی اظہار نہ کرتے رہیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ ''تقیہ میرا دین ہے۔ میرے آباء کا دین

ہے اور جس کے لئے تقیہ نہیں وہ بے دین ہے"۔ نیز ارشادِ معصومؑ ہے "جس طرح خدا کے کلام میں محکم و متشابہ ہیں اسی طرح ہمارے کلام میں بھی ہیں۔ تم متشابہ کی پیروی سے باز رہو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے"۔ اور جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وہ وہی ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اس میں بعض آیات محکم ہیں وہی اصل کتاب ہیں باقی تمام متشابہ ہیں اور متشابہ کی پیروی وہ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہے (یعنی جو گمراہ ہیں)۔ (سورۂ آل عمران) اور سورۂ زمر میں ہے۔ "اللہ نے نازل کیا بہترین کلام متشابہ کتاب"۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ قرانِ کریم میں محکم آیات اتنی کم ہیں کہ گویا تمام قرآن ہی متشابہ ہے پس جو خدا اور رسولؐ کو غلط گو نہیں جانتا وہ تو اس امر پر ایمان لے آئے گا کہ احادیثِ رسولؐ و آلِ رسولؐ میں محکم احادیث شاذ ہی ہوں گی کثرت متشابہ احادیث کی ہوگی۔ پھر احادیث مبنی بر تقیہ کی بھی کثرت ہوگی۔ اس لئے کہ آئمۂ معصومینؑ نے فرمایا ہے کہ "نوے حصہ دین تقیہ میں ہے" (اصول کافی)۔ اب جو خدا اور رسولؐ کو صادق و امین جانتے ہیں بتلائیں کہ کتابیں پڑھنے اور روایات و احادیث حفظ کر لینے سے گمراہی سے کیسے بچ سکتے ہیں جبکہ حضور سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا ہے "جس نے قیاس پر عمل کیا وہ خود بھی ہلاک ہوا اور دوسرے کو بھی ہلاک کیا۔ اور جس نے ایسی حالت میں فتویٰ دیا کہ نہ ناسخ کو منسوخ سے تمیز کرتا ہے نہ محکم کو متشابہ سے تو وہ خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا"۔ (الشافی ترجمہ اصول کافی جلد:۱، صفحہ:۴۱، سطر:۲۴)

اب وہ حضرات جو خدا اور رسولؐ کی تکذیب کرنے والے نہیں ہیں۔ بتلائیں کہ کتابیں پڑھ کر عالم دین بن جانے سے گمراہی و ہلاکت سے کیسے بچ سکتے ہیں اور معرفت امام کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ جاہلیت کی موت مرنے اور گمراہی و ہلاکت میں پڑنے سے تو اسی وقت بچ سکتے ہیں جب اس کی تمیز کر سکیں کہ یہ حدیث محکم ہے اور یہ متشابہ اور یہ حدیث مبنی بر تقیہ ہے اور

یہ مبنی بر حقیقت اور اس کے تمیز کرنے کی اہلیت اپنے نفس کی کیفیات کے ادراک پر منحصر ہے۔
جو اپنے نفس کی کیفیات کا شعور حاصل نہ کر سکے وہ تو امام کی صفات کچھ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کتابوں میں تو کیفیات نفس کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ لہٰذ صرف کتابیں پڑھ لینے سے معرفتِ امامؑ حاصل ہونا محال ہے۔ جو صرف کتابیں ہی پڑھے گا اس کا تو ایمان متزلزل ہو جائے گا۔ اِس لیے کہ کتابوں میں تو جمع کرنے والوں کو جو کچھ ملا بلا تنقید جمع کر لیا ہے۔ ان روایات میں موضوعات بھی بہ کثرت ہیں۔ اور روایات صحیحہ میں اکثر متشابہ اور مبنی بر تقیہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک جاہل کا یقین محکم ہوتا ہے مگر کتابیں پڑھنے والا جب مختلف احادیث دیکھتا ہے تو اس کا ایمان ڈانواں ڈول ہو جاتا ہے اور وہ شکوک و وساوس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جب انبیاء علیہم السّلام پر تقیہ لازم ہے کہ نا اہلوں پر حقائق کا اظہار نہ کریں اور عوام الناس جیسے بشر بن کر رہیں تو ظاہری حالات کی روایات سے کسی کو معرفت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔
آئمہ علیہم السّلام نے کہیں مجبوری و لاچارگی کا اظہار کیا ہے کہیں قدرت و اختیار کا۔ کہیں ایسا خوف ظاہر کیا ہے کہ ''میں نہیں کہتا کہ میں امام ہوں اگر یہ کہوں تو قتل کر دیا جاؤں اور تم بھی کسی سے نہ کہنا سوائے اس کے کہ جس کو جانو کہ راز رکھ سکے گا۔ اور کسی نا اہل پر ظاہر نہ کرے گا''
کبھی ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے بے خوفی و اطمینان کا مظاہرہ کیا اور اس پر تعجب کرنے والے سے کہا ''جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا''۔ کبھی کہتے ہیں ''تعجب ہے ان لوگوں پر جو کہتے ہیں ہمیں علم غیب حاصل ہے۔ غیب تو سوائے خدا کے کوئی جانتا ہی نہیں''۔ گاہ فرماتے ہیں ''ہمیں علم ما کان ما یکون حاصل ہے''۔ کبھی تین سائلوں کو ایک ہی سوال کے مختلف جواب دیتے ہیں اور اس کا سبب دریافت کرنے والے سے کہتے ہیں ''ہم نے تمہاری جانوں کی حفاظت کے لئے تمہارے درمیان خود ہی اختلاف ڈالا ہے''۔ غرض کہ روایات و احادیث سے

تو ایسی مختلف کیفیات کا اظہار ہوتا ہے کہ کتابیں پڑھنے والا شکوک و وساوس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ایک اہم وسوسہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب قرآن میں تمام علم کائنات موجود ہے اور آئمہ علیہم السلام کو قرآن کا ظاہری و باطنی تمام و کمال علم حاصل تھا اور ہمارا گمان ہے کہ ہم نے علمِ قرآن اہلِ بیتؑ سے لیا ہے تو ہم علوم فطرت میں مشرکین کے محتاج کیوں ہیں۔کیا ہمارے عقائد میں کوئی خامی ہے یہ بڑا مشکل معمہ ہے۔

ان تمام شکوک و وساوس اور ان معموں کے حل کے لئے اپنے نفس کی کیفیات کا ادراک یا کم از کم شعور ہی حاصل کرنا ضروری ہے۔اسی وقت صحیح حل معلوم ہو سکے گا۔اسی وقت سمجھ سکیں گے کہ کونسی احادیث محکم ہیں اور کونسی متشابہ اور کونسی مبنی بر تقیہ ہیں اور کون سی مبنی بر حقیقت۔اسی وقت کچھ معرفت امامؑ حاصل ہو سکے گی۔اور گمراہی و ہلاکت میں پڑنے سے محفوظ رہ سکیں گے۔

کیفیاتِ نفس کا ادراک یا شعور حاصل کرنے کے لئے کلام اللہ کی ان آیات محکم اور رسولؐ کی ان احادیث محکم مبنی بر حقیقت پر عمل کرنا لازم ہے جو صفائے باطن اور معرفتِ نفس کے لئے ہیں اور جو تمام کی تمام ہزار ہا مبنی بر تقیہ اور متشابہ احادیث کے نیچے کتابوں میں دفن ہیں۔اس بندۂ عاصی و حقیر نے چند رسالے اس مقصد کے لئے تالیف کئے ہیں کہ برادرانِ ایمانی کو آئمہ طاہرین علیہم السّلام کی ان احادیثِ محکم مبنی بر حقیقت کی طرف توجہ دلائے جو ان حضرات نے معرفتِ نفس کے لئے تعلیم فرمائی ہیں ان میں سے بعض کو مندرجہ ذیل رسالوں میں جمع کیا ہے۔

۱۔ خونِ ناحق:۔

بعض مقاصدِ ذبحِ عظیم۔ مختصر فلسفہ مذہب کیفیاتِ نفس کی تشریح۔ بکاء علی الحسینؑ کی حقیقت۔

۲۔ اہل البیتؑ:۔

حصہ اوّل

موسوم بہ پچیس (۲۵) پیسے کا سِکہ کیا ہماری نظر میں تعلیمِ اہلِ بیتؑ کی اتنی بھی وقعت ہے جتنی پچیس (۲۵) پیسے کے سکہ کی ہوتی ہے۔

حصہ دوم

اسبابِ اختلاف بین العلماء متعلق معرفت انبیاء و آئمہ علیہم السّلام۔ کچھ کیفیاتِ نفس۔ علم کلام کی حقیقت۔

حصہ سوم

(موسوم بہ اثناعشر) آئمہ علیہم السّلام کی احادیث محکم کے مطابق بارہ مضامین کی آیات کی تفسیر معہ تشریح کیفیاتِ نفس۔

۳۔ ھل من ناصر: (حصہ اوّل اور حصہ دوم)

ان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ آج بھی ہم استغاثہ حسینؑ پر لبیک کس طرح کہہ سکتے ہیں اور موضوعہ روایات کو روایات صحیحہ سے کیسے تمیز کر سکتے ہیں۔

خادم خدام اہلِ بیتؑ

ادیم نقوی۔

نوٹ :۔ کتابوں کی طباعت سے تو کوئی مفید نتیجہ نکلتا نہیں۔البتہ اگر طالبانِ حقیقت پیدا ہو جائیں تو یہ رسالے شائع کیے جاسکتے ہیں۔ مقصد ذبحِ عظیم تک رسائی کے لئے افرادِ قوم کے تعاون باہمی کی ضرورت ہے۔

والسّلام علی من اتبع الھدٰی

ادیم نقوی

معروضۂ مؤلف

ناظرین کی خدمت میں گذارش ہے کہ بندۂ حقیر نے اس پمفلٹ ''جاہلیت کی موت'' کے مسودہ کی نقول اکثر حضرات کی خدمت میں ارسال کیں اور التماس کیا کہ اس کے متعلق بندۂ حقیر کو اپنی رائے سے مطلع فرمائیں چنانچہ چند حضرات نے اس پر تبصرہ ارسال فرمایا۔ان تمام کا لب لباب معہ جواباتِ شکوک و وساوس مندرجہ ذیل سطور میں ہدیۂ ناظرین ہے۔

ا۔ کوئی شیعہ ایسا نہیں ہو سکتا جو یہ جان لینا کافی سمجھتا ہو کہ ہمارے زمانے کے امام فلاں بزرگوار ہیں بلکہ وہ آئمہ معصومین علیہم السّلام کو معصوم حجت خدا منصوص من اللہ خلیفۃ اللہ اور جملہ اوصافِ حمیدہ سے متصف جانتا ہے۔ایسے شخص کے لئے یہ کہنا کہ وہ جاہلیت کی موت مرا ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔

جواب:۔ اس امر کا جواب یہ ہے کہ کسی فرد کے لئے یہ کہنا کہ وہ جاہلیت کی موت مرا کسی شخص کے لئے بھی جائز نہیں اس لئے کہ معرفت تو حسب اہلیت موت کے وقت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور یہ مشاہدات سے ثابت ہے۔اس حقیر نے تو کسی کیلئے

یہ نہیں لکھا البتہ نقل احادیث کا مجرم ہوں۔

معرفت کے مدارج بے شمار ہیں ۔ ایک منزل معرفتِ تامہ ہے۔ جس کے لئے حضور سرورِ کائنات کا ارشاد ہے ''نہیں پہچانا خدا کو مگر میں نے اور علیؑ نے اور نہیں پہچانا مجھ کو مگر اللہ نے اور علیؑ نے اور نہیں پہچانا علیؑ کو مگر اللہ نے اور میں نے'' اب معرفتِ باری کی منزل حقیقی اس سے بھی اعلیٰ ہے۔ جس کے لئے حضور سرور کائنات کا ارشاد ہے۔

مَاعَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

(نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو جو حق ہے تیری معرفت کا)

ہمارے لئے ذاتِ واجب کی معرفت کا کمال یہی ہے کہ اس کا ادراک ہو جائے کہ ذات کی معرفت محال ہے مگر صرف زبان سے کہہ لینا کافی نہیں کہ محال ہے یہ معرفت نہیں بلکہ جب راہ معرفت پر چل کر اس کا ادراک ہو جائے اور اپنے عجز کا یقین حاصل ہو جائے تب البتہ معرفت کہہ سکیں گے۔

اب رہا یہ امر کہ ہر شیعہ معصومین علیہم السّلام کو معصوم حجتِ خدا منصوص من اللہ خلیفۃ اللہ اور جملہ اوصاف حمیدہ سے متصف جانتا ہے لہٰذا یہ سمجھ لینا کہ اس کو معرفتِ امام حاصل نہیں درست نہیں ہو سکتا۔ تو اس وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ یہ تو کلماتِ صفاتی اور محض الفاظ ہیں ان کی حقیقت اور اصل مفہوم تو اپنے نفس کی کیفیات کے ادراک ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر کلماتِ صفاتی کا یاد کر لینا اور زبان پر جاری کر لینا معرفت ہو سکتا ہے تو جناب باری تعالیٰ کے اسماء صفاتی قریب قریب ہر مسلمان کے ورد زبان ہیں تو کیا ہر ایسے شخص کو خدا کی معرفت

حاصل ہوگئی ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کلماتِ صفاتی کے زبانی اقرار اور ان کے حفظ کر لینے کا معرفت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کو معرفت سمجھ لینا محض فریبِ نفس ہی ہے۔

۲۔ بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا تھا کہ فارسی کا مقولہ ہے کہ "بے علم نتواں خدا راشناخت" (بغیر علم خدا کو پہچانا نہیں جا سکتا) علم ہی سے معرفت حاصل ہوتی ہے اور علم کتابوں سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر حصول معرفت کے لئے کتابوں کا مطالعہ کرنا فریب کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب:۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مطالعۂ کتب تو فریب نہیں بلکہ یہ تخیّل فریب نفس ہے کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ کتابوں سے تو علم حاصل ہو سکے گا۔ کتابیں پڑھنے سے ادراک کیسے ہو سکتا ہے جبکہ معرفت ادراکِ اوصاف کو کہتے ہیں اور یہ تعریفِ معرفت حقیر مؤلف کی طرف سے تو نہیں یہ حقیر تو اقوالِ علماء نقل کرنے کا مجرم ہے۔ ادراک کے معنی ہیں حصولِ علم بلا واسطہ لہٰذا ادراک تو ان احکام پر عمل کرنے سے ہوتا ہے جو رسولؐ وآلِ رسولؐ نے حصولِ معرفت کے لئے تعلیم فرمائے ہیں۔ کتابیں پڑھنے والے تو جب مختلف روایات دیکھتے ہیں تو ان کی توثیق کیلئے علم الرّجال کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور احادیث متعلق معرفت کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی بلکہ کتابیں پڑھ کر اور احادیث و روایات حفظ کر کے یہ گمان کر لیتے ہیں کہ ہمیں معرفت حاصل ہوگئی۔ یہ تخیّل فریب نفس ہے، کتب کا مطالعہ فریب نہیں۔

۳۔ بعض حضرات نے تحریر فرمایا کہ اب تو علماء سلف کی اکثر تصانیف وتالیفات کے تراجم ہو گئے ہیں کیا وہ کافی نہیں۔ان کی موجودگی میں ان رسالجات کی کیا ضرورت ہے۔تو ان حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ان رسالوں کی تالیف کے مقاصد اگر غور کریں گے تو معروضات ذیل سے واضح ہو جائینگے بشرطیکہ بے تعصبی سے مطالعہ فرمائیں۔پھر ان پر یہ بھی واضح ہو جائے گا اور خود ہی فیصلہ کرسکیں گے کہ آیا یہ ضروری ہیں یا نہیں۔

(الف) انجمن اثنا عشری یو۔پی۔لاہور کا سالانہ جلسہ ۱۹۴۲ء میں لاہور میں منعقد ہوا۔ اس میں تقریر کرانے کے لئے بعض علماء لکھنؤ بھی مدعو تھے ان کے منجملہ ایک حضرت علامہ ابن حسن نانہروی زاداللہ فیوضہ، بھی۔ تھے بندۂ حقیر ان کی زیارت سے مشرف ہونے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا۔بیٹھا ہی تھا کہ چند حضرات اور بھی حاضر خدمت ہوئے۔ان میں سے ایک صاحب نے حضرت علامہ سے سوال کیا۔

سائل:۔ قبلہ وکعبہ یہ توحید کی تعلیم جو آپ حضرات ہمیں تعلیم فرماتے ہیں کہ خدا کی آٹھ صفات ثبوتیہ اور آٹھ صفات سلبیہ ہیں کیا اہلِ بیتؑ کی تعلیم کردہ ہیں؟

علامہ صاحب:۔ نہیں۔

سائل:۔ پھر تعلیمِ اہلِ بیتؑ کہاں ہے اور کیا ہے۔وہ ہمارے سامنے کیوں نہیں آتی۔

علامہ صاحب:۔ لوگوں میں اس کے سننے کی اہلیت نہیں۔

سائل:۔ قبلہ وکعبہ جب ہم میں تعلیمِ اہلِ بیتؑ سننے کی بھی اہلیت نہیں تو پھر شیعہ کس کے ہیں اہلِ بیتؑ کے شیعہ تو ہو نہیں سکتے۔

علامہ صاحب:۔ کیا کیا جائے جب لوگوں میں اسکے سمجھنے کی اہلیت نہیں تو کیسے بیان کیا جاسکتا ہے۔

سائل:۔ تدوین کتب کو نوسو (۹۰۰) برس گذر گئے۔ جب شیعوں میں نوسو (۹۰۰) برس میں بھی تعلیمِ اہلِ بیتؑ سننے کی اہلیت پیدا نہ ہو سکی تو آخر وہ کب پیدا ہو سکے گی؟ پھر یہ مروجہ شیعیت کیسی ہے؟

علامہ صاحب:۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ مجبوری ہے کسی کی اہلیت سے زیادہ بار اس پر نہیں ڈالا جاسکتا۔

بس اس پر گفتگو ختم ہوگئی اور وہ حضرات اٹھ کر چلے گئے۔ اس واقعہ کے بعد ایک خلجان سا پیدا ہو گیا۔ اسی زمانہ میں کتاب ''اظہارِ حقیقت'' ردِّ کتاب شہیدِ انسانیت جو لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی نظر سے گذری۔ اس میں چند احادیث اس مضمون کی مندرج ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ ''حضرت حجتؑ کے ظہور کے وقت انتظار کرنیوالے ہی دشمن ہو جائیں گے''۔ ناظرین تو اس کا سبب خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اہلِ بیتؑ طاہرین کی واحد نشانی بقیۃ اللہ تو اپنے آبا طاہرین کی تعلیم ہی لیکر آئے گا جس کے سننے کی بھی شیعوں میں اہلیت نہیں (بقول علامہ صاحب) پھر جب وہ تعلیم بے حجاب سامنے آئے گی تو اس کے دشمن کیوں نہ ہو جائیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ تعلیم اہلِ بیتؑ جو کتابوں میں دفن ہے اور افرادِ قوم شیعہ کے سامنے نہیں آتی اب پیش کردی جائے۔

(ب) اس زمانہ میں دہریت کا بڑا زبردست پروپیگنڈا ہو رہا ہے۔ کمیونزم کا پروپیگنڈا کرنے والا پہلے مذہب سے بیزار کرتا ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اسکولوں اور

کالجوں میں خفیہ پروپیگنڈا جاری ہے۔ مذہب پر ان کے اعتراضات بڑے شدید ہوتے ہیں اور جب کسی نوجوان کو جودہریت کے پروپیگنڈا سے متاثر ہوگیا ہو علماء کرام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ کسی اعتراض کا معقول و مثبت جواب نہیں دے سکتے بلکہ ان کو ان سوالات کا سننا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ پھر بتلائیں کہ نوجوانوں کو دہریت ولامذہبیت سے بچانے کا کیا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ دہریت کا پروپیگنڈا کرنیوالے ہمارے نوجوانوں کے سامنے جو اعتراضات پیش کرتے ہیں ان کی چند مثالیں ناظرین کی آگاہی کے لئے پیش کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آپ کے اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقون میں حکم دیا تھا هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ (وہ دشمن ہیں ان سے بچے رہنا) مگر آپ کے خیال کے مطابق رسولؐ اللہ نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور آپ حضرات کا عقیدہ ہے کہ ہمارے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لوگوں نے خلافت چھین لی اور ایسی چالیں لگائیں جو قطع نہ کی جاسکیں۔ غور کریں اور سوچیں کہ یہ تخیل کہاں تک درست ہے کیا آپ کے اللہ تعالیٰ ایسے بے بس ہیں کہ مخالفین کی چالوں کو قطع نہ کرسکے۔

۲۔ ہر شخص کا اخلاقی فرض ہے کہ سفر میں اگر اہل و عیال ساتھ ہوں تو ان کی خبر گیری کرتا رہے۔ آپ کے رسولؐ ایک جنگ میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ کو ساتھ لے جاتے ہیں پھر خبر نہیں لیتے۔ ان کا خالی محمل اٹھا کر اونٹ پر رکھ لیا جاتا ہے مگر آنحضرتؐ کو خبر نہیں ہوتی حالانکہ ایک ٹیلی پیتھی کا عامل یا سفلی عمل کا عامل بھی مکانوں کے اندر کے حالات دور دراز فاصلہ سے دیکھ کر مطلع ہوجاتا ہے مگر رسولؐ

اللہ کو اس کی خبر نہ ہوئی اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ فرشتوں نے بھی اللہ تعالی کے دربار میں رپورٹ نہ کی نہیں تو وحی آجاتی کہ اُم المومنین کی خبر لو۔

اس واقعہ کو واقعہ اِفک کہا جاتا ہے۔ ہوا یہ کہ لشکر کی روانگی کے وقت ایک شخص جو اس لئے پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا کہ اگر کوئی شے گری پڑی رہ گئی ہو تو اٹھا لائے اس نے اُم المومنین کو پریشان کھڑے دیکھا۔ دریافت کرنے پر اُم المومنین نے کہا ''میں رفع حاجت کے لئے گئی ہوئی تھی واپس آئی تو لشکر جا چکا تھا''۔ پس اس نے اُن کو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور مہار پکڑے لشکر میں پہونچا تو منافقوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ اُم المومنین پر اتہام لگایا۔ جب مدینہ میں وارد ہوئے تو ہر گھر میں یہی چرچا ہوتا رہا۔ مگر رسولؐ اللہ کو ان حالات کی مطلق خبر نہ ہوئی اور جب آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُم المومنین سے ناراض ہو گئے اور ان کو ان کے والد کے یہاں بھیج دیا۔

تعجب ہے ایک سفلی عمل کا عامل بھی دوسروں کے مافی الضمیر اور ان کی باطنی کیفیت سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے مگر رسولؐ اللہ پر حقیقتِ واقعہ منکشف نہ ہو سکی۔

جب اِس بہتان طرازی کی خبر اُم المومنین کو ہوئی تو انہوں نے فریاد و زاری شروع کر دی اور بارگاہِ ایزدی سے استغاثہ کرتی رہیں۔ غرض ایک مہینہ سے زیادہ مدت تک یہ ہنگامۂ شور و شر برپا رہا مگر شاید فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رپورٹ پیش نہ کی ہوگی جس کی وجہ سے وحی نہ آئی، جب رپورٹ ہوئی ہوگی تب وحی نازل ہوئی اور اُم المومنین کی اس اتہام سے براءت ثابت ہوئی۔

۳۔ ایک دہریہ نے یہ اعتراض پیش کیا کہ آپ کے اللہ تعالیٰ نے تو صاف حکم دے دیا تھا۔'' اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔(تا آخر) (پ ۶ ع ۹ سورہ مائدہ آیت ۳۳ تا ۳۴) ترجمہ:۔'' اُن لوگوں کی جو اللہ و رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں بس یہی سزا ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی دے دیا جائے۔ یا ان کے ہاتھ اور پاؤں خلاف سمت سے کاٹ دیے جائیں یا جلاوطن کر دیے جائیں یہ رسوائی تو ان کی دنیا میں ہے اور آخرت میں اُن کے لئے بڑا عذاب ہے مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں قبل اِس کے کہ تم اُن پر قابو پاؤ جان لو اللہ غفور و رحیم ہے''۔

اس صاف و صریح حکم کے باوجود مکہ فتح ہونے پر بانیان فساد پر قابو پالنے کے بعد سر گروہ مفسدین اور بانیانِ فساد کو جو اسلام کو مٹانے کے لئے مسلسل جنگ کرتے رہے تھے صاف چھوڑ دیا اور ان کو بہت کچھ مال و دولت دے کر نوازا حالانکہ انہوں نے توحید و رسالت کا صاف الفاظ میں اقرار بھی نہ کیا تھا۔ اِس کا نتیجہ کیا ہوا دنیا نے دیکھ لیا کہ رسولؐ اللہ کا خاندان ہی تباہ ہو گیا۔ خدا کے حکم پر عمل نہ کرنے کا یہ نتیجہ نکلا جس پر آج تک آنسو بہائے جا رہے ہیں۔

غرضیکہ دہریوں کی طرف سے اسی قسم کے اعتراضات ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہمارے علماء کرام سے کوئی معقول جواب بن نہیں پڑتا۔ اور گمراہی پھیلتی جاتی ہے۔ جب تک حقائق کا اظہار نہ کیا جائے اس کا سدِ باب ممکن نہیں۔ اِس لئے ضروری ہے کہ اہلِ بیتؑ طاہرین کی مبنی بر حقیقت احادیث نوجوانوں کے سامنے پیش کر دی جائیں جو کتب شیعہ میں دفن ہیں اور اُن کی طرف کسی کی توجہ نہیں

ہوتی۔ ہمارے علماء کرام تو خلافت کی بحثوں اور مطہرات ونجاسات کے مسائل ہی میں الجھے رہتے ہیں پھر حقائق و معارف کی طرف ان کی توجہ کیسے مبذول ہو سکتی ہے۔

۴۔ عرصہ سے بہائیت کا کھلا پروپیگنڈا ہو رہا ہے اور وہ ہر سال شیعوں میں سے دو ایک نہایت مفید و کار آمد اشخاص کو بہکانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جس کا سبب محض یہ ہے کہ عوام شیعہ کے سامنے حقائق نہیں آتے بلکہ ان کی نظروں سے پوشیدہ ہی رہتے ہیں۔

۵۔ کراچی میں ایک شخص مہدی موعود ہونے کا مدعی ہے جس نے شیعوں میں سے بہت مرید بنالئے ہیں۔ ان کے یہاں رمضان مارچ میں اور محرّم جون میں ہوتا ہے۔ انہوں نے شمسی سال رائج کر کے اپنے گروہ کو تمام عالم اسلام سے منقطع کر دیا ہے نوجوانوں میں مہدی موعود صاحب کا بڑا پُر زور پروپیگنڈا ہوتا رہتا ہے۔ اس پروپیگنڈے کو قطع کرنے کے لئے بھی حقائق کا اظہار لازمی ہے۔

۶۔ بعض حضرات جو غور و فکر کرتے ہیں اور ان کے ذہن میں کچھ وساوس پیدا ہوتے ہیں تو علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مگر ان کو اپنے شکوک و وساوس کا کوئی معقول جواب نہیں ملتا تو مشکوک ہو جاتے ہیں۔ صرف ایک دو مثالیں ہی دیکھ لیں۔

وسوسہ:۔ ایک طرف تو ارشادِ باری ہے ''ہمارا رسول اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں کہتا وہ تو بس وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے''۔ اور بعض آیات سے اس کے

خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً سورہ توبہ رکوع ۷ میں ہے۔ ''اے رسولؐ تم نے ان کو کیوں اجازت دی۔۔۔۔۔۔۔(تا آخر)۔۔۔۔۔اور سورہ تحریم میں ہے۔ ''اے نبی کیوں حرام کرتے ہو اس کو جو اللہ نے تم پر حلال کیا ہے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے''۔

غرضیکہ جو شخص بھی فلسفہ اور منطق کے دلائل کا ڈنڈا لیکر کھڑا ہو جاتا ہے اس کو ان ھُمْ اَلا کَالْاَ نْعَامِ (نہیں ہیں وہ مگر ڈھوروں کی مثل) کے مصداق لوگوں میں سے ہنکانے کے لئے کچھ نہ کچھ مرید مل ہی جاتے ہیں اور گمراہی پھیلتی جاتی ہے۔ یا جب علماء کرام کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا ہے تو قوم میں تفرقہ و فساد پھیل جاتا ہے۔ ان مفاسد کا سدباب حقائق ہی سے ہو سکتا ہے۔

اِن رسالوں کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ بیتؑ طاہرین کی اُن احادیث مبنی بر حقیقت کی طرف افرادِ قوم کو توجہ دلائی جائے جو کتب امامیہ میں بے شمار متشابہ اور مبنی بر تقیہ احادیث کے نیچے دفن ہیں اور ان کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہوتی اور گمراہی پھیلتی جاتی ہے۔ اس کا سدِ باب ضروری ہے۔ پس اگر قوم کے اولوالالباب مفکرین راغب ہو جائیں تو یہ رسالے شائع کئے جا سکتے ہیں۔

خادم خدام اہلِ بیتؑ

ادیم نقوی